مرد مومن

تاریخ کے

آئینہ میں

By:

Mehak batool

ادارہ نجم الہدیٰ للبنات جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ

پٹھان والا جھنگ روڈ فیصل آباد فون : 0300 6661755

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا
تَسْلِیْمًا

اے پناہِ جہاں سلامُ علیک — تکیۂ بیکساں سلامُ علیک
منزلِ تو مقامِ اَوْ اَدْنیٰ — گردِ راہ کہکشاں سلامُ علیک
اے نسیمِ سحر زمورِ حقیر — با سُلیماں رساں سلامُ علیک
من فتادہ بخاکِ کوئے تو اَم — خُذ یدیٰ اے جواں سلامُ علیک
لُطف فرما کہ ماشکستہ تریم — لُطف شایانِ شاں سلامُ علیک
برہمہ آلِ پاک و اصحابش — فخر ہر دم بخواں سلامُ علیک

ارمغانِ عقیدت از حضرت صاحبزادہ غلام فخر الدین مدظلہ العالی

سیال شریف

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم امابعد
فاعوذباللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام میں مرد مومن جس کا کردار مثالی تھا اور ابد تک مثالی رہے گا' محبوب دو جہاں ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ قرآن پاک بھی مسلمانوں کو تلقین کرتا ہے کہ معلم کائنات ﷺ کے اسوہ حسنہ کی تقلید کریں۔ وہ قدم اٹھانے سے پہلے سوچیں کہ محبوب دو جہاں ﷺ نے ایسے موقع پر کیا کہا اور ایک سچا مومن یہی کوشش کرے گا کہ وہ آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلے' اگر اس راستے میں مشکلات آئیں تو اسے خاطر میں نہ لائے۔ یہی راہ نجات ہے' یہی دنیا اور آخرت میں موجب نجات اور صلاح و فلاح کا باعث ہے۔ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اس لئے ہمارے لئے مرد کامل اور مرد مومن دونوں کا مثالی کردار جان کائنات ﷺ کے اسوہ میں ملتا ہے۔ مرد مومن اس ملت کا فرد ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود مکمل کیا اور فرمایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ اب اس کی تکمیل کے لئے مزید نہ کسی شے کی ضرورت ہے اور نہ کوئی شخص یہ جسارت کر سکتا ہے کہ مرد مومن کی صفات جن کا ذکر قرآن پاک میں آتا ہے اور جن کا مظہر محبوب دو جہاں ﷺ کی ذات اطہر ہے۔ اس میں کسی قسم کی کمی یا بیشی کر سکے۔ مسلمان کا نصب العین مرد مومن کی وہ تمام صفات ہیں جو رحمت دو جہاں ﷺ اور صحابہ کبار علیہم الرضوان کی زندگیوں میں نظر آتی ہیں۔ مرد مومن کا جینا اور مرنا اس کی نقل و حرکت محبوب کبریاء ﷺ کے نقش قدم پر چلنے میں مضمر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کبار علیہم الرضوان جو آپ ﷺ کرتے تھے اس کی تقلید میں اپنی نجات کے سامان پاتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک مقام پر جان کائنات ﷺ کا پاؤں پھسل گیا' تو صحابہ علیہم الرضوان میں سے اگر کسی کا گزر اس طرف سے ہوتا تو وہ جان بوجھ کر وہاں پھسل جاتا۔ ایک دفعہ سفر میں روح کائنات ﷺ نے ایک جگہ پہنچ کر پیشاب کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب کبھی ادھر سے گزرتے تو اونٹ کو کھڑا کرتے اور اس مقام پر پیشاب کرنے کے لئے ضرور بیٹھتے۔ متاخرین میں سے بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے ساری عمر خربوزہ کھانے سے پرہیز کیا' کیونکہ ان کے مطالعہ میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ محبوب دو جہاں ﷺ نے عمر بھر خربوزہ کھایا ہے یا نہیں اور اگر کھایا ہے تو اسے کس طرح کاٹا ہے۔ اقبال کہتا ہے۔

کامل بسطام در تقلید مرد
اجتناب از خودن خربوزہ کرد

مرد مومن مجموعہ ہوتا ہے روحانی بصیرت اور عرفان' مادی طاقت اور قوت کا۔ اس کی بصیرت نیک اور بد میں تمیز کرنا خوب جانتی ہے۔ اس کی ہر نقل و حرکت اللہ کے لئے ہے۔ اس کی تمام صلاحیتیں ایسے جہان کی تعمیر میں صرف ہوتی ہیں جو قرآن اور محبوب کریم ﷺ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو۔ وہ خود مومن ہوتا ہے۔ اس طرح نہیں کہ وہ ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہو گیا۔ اس نے مسلمانوں جیسا نام پالیا اور چند رسوم و رواج کو پابندی سے ادا کرتا ہے۔ وہ محراب و مسجد میں سربسجود بھی ہوتا ہے مگر نہ اس کا دل پاک ہوتا ہے اور نہ ذہن کے اندر پاکیزگی پائی جاتی ہے۔ دل سوز سے خالی اور زبان پر بہت کچھ ہوتا ہے۔ اس کا کردار ایسا نہیں ہوتا کہ وہ اس دنیا میں خلیفتہ اللہ کا حق دار اور مستحق قرار دیا جاسکے۔

مرد مومن کے اوصاف اگر دیکھے جائیں تو ان سب کی بنیاد اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' اس کے رسولوں پر اور اس کی کتابوں پر ایمان لانا ہوتا ہے۔ اس کا سر اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکتا' وہ لاکھ مفلوک الحال ہو' وہ بے حد نحیف اور کمزور ہو مگر جب یہ مقام آتا ہے تو بڑے سے بڑے جری' جابر اور بہادر کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہو جاتا ہے چنانچہ ہندوستان کی تاریخ میں ایسی بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔

مرد مومن میں توحید اور اللہ کی ہستی پر ایمان لانے سے ایک ایسا انقلاب آتا ہے کہ وہ بے سروسامانی کی حالت میں بھی ایسے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسلمانوں نے چھتیس ہزار شہر اور قلعے فتح کئے۔ جن کا مجموعی رقبہ ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل تھا۔ مشہور انگریز مورخ گبن اسے

مرد مومن تاریخ کے آئینہ میں

تاریخی معجزہ قرار دیتا ہے۔ یہ حیرت انگیز کارنامہ اس حالت میں سرانجام پذیر ہوا جبکہ مسلمان بالکل مفلوک الحال تھا۔ نہ کھانے کو اس کے پاس کچھ تھا نہ پہننے کے لئے کپڑے تھے۔ نہ سواری کے لئے جانور تھے نہ لڑنے کے لئے پورے ہتھیار تھے۔ اس کے مقابل اس کے حریف دنیوی مال و منال اور سامان حرب کے انبار در انبار رکھتے تھے۔ چڑھنے کو گھوڑے' لڑنے کے لئے قسم قسم کے اوزار اور فوجوں کا شمار نہ تھا۔ ان فتوحات کو اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو یہ سارے کرشمے توحید اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے تھے۔ دشمن کی فوجوں کی کثرت ان کو ہرگز مرعوب نہ کر سکیں کیونکہ انہیں یقین تھا کہ خدا کے راستہ میں سب سے مقدم کام یہ ہے کہ اس کے لئے جان دے دی جائے اور وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ہمارا محبوب حقیقی ہم سے یہی چاہتا ہے۔ اس موقف کو اختیار کرتے وقت نہ وہ زندگی کی پرواہ کرتے تھے اور نہ بیوی بچوں کی محبت انہیں اس فریضے کی ادائیگی سے روک سکتی تھی۔ مال و دولت کی حیثیت ان کی نظروں میں کنکریوں سے زیادہ نہ تھی۔ وہ ایک نشہ میں سرشار رہتے تھے اور وہ نشہ توحید تھا۔ اس نشہ محبت الہیٰ میں وہ سرشار ہو کر دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے الجھ جایا کرتے تھے اور اسے اس طرح پامال کر دیتے کہ وہ دوبارہ سر نہ اٹھا سکتی۔ حاکم کائنات ﷺ نے اپنے گرد ایسی ملت تیار کر کے جمع کی جن کے دلوں میں خدا کی ہستی کا یقین میخ کی طرح گاڑ دیا۔

محبوب دو جہاں ﷺ خود بھی ہر قسم کے دکھ' درد' مصیبت اور پریشانی کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے۔ اعلان اسلام کے ساتھ ہی تشدد اور مصیبتوں کے پہاڑ آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے۔ مگر آپ ﷺ نے مقابلہ کیا اور آخر فتح یاب ہوئے۔ آپ ﷺ نے دشمنوں کو جو محض اختلاف عقائد اور اپنی کم فہمی سے راحت دو جہاں ﷺ پر حملہ آور ہوتے رہے' جب غلبہ پایا تو انہیں معاف کر دیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان جو درحقیقت مرد مومن تھے' ان کے سامنے محبوب دو جہاں ﷺ کی زندگی کا یہ پہلو ہمیشہ رہا۔ آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے صحابہ نے کبھی کسی پر زیادتی نہیں کی لیکن جب خدا اور خدا کے محبوب ﷺ کے دشمنوں' جنہوں نے اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے تلوار نکالی تو کبھی تین سو مسلمان ایک ہزار دشمنوں پر غالب آئے اور کبھی سات سو نے پندرہ سو کو نیچا دکھایا' کبھی سات سو نے تین ہزار کے منہ پھیر دیئے۔ یہی نظارہ ہمیں خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے زمانہ میں نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ نے ان کے دلوں میں فرض کا احساس اس درجہ تک پیدا کر دیا تھا کہ اس کے سامنے وہ ہر معاملہ کو ہیچ سمجھتے تھے۔ دنیا کی قہرمانی قوتوں کو خاطر میں نہ لاتے اور ہر قسم کے وسائل اور ذرائع کو ٹھکرا کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے اور جو ان کے مقابل میں آتا اسے زیر و زبر کر دیتے۔ خدا کی ہستی پر ایمان ان کے اندر ان کے دلوں میں ایک عجیب کیفیت پیدا کر رہا تھا اور ایک زبردست طاقت کا کام دے رہا تھا۔

مرد مومن جب ایک قوم کی صورت میں ہو گئے تو ان کا مقصد زندگی یہ تھا کہ وہ کسی قوم کو دکھ نہ دیں۔ لیکن جب ان کے حریف حق کو مٹانے کے لئے اٹھے تو ان کے مقابلہ میں وہ شیروں کی طرح بڑھ کر ان کا مقابلہ کرتے' خود رسول اللہ ﷺ کی زندگی ان کے سامنے تھی۔ اس میں بھی ہمیں یہ نظارہ نظر آتا ہے۔ انہوں نے قیصر و کسریٰ سے خود چھیڑ چھاڑ نہ کی۔ وہ ٹالتے رہے کہ اس سے متصادم نہ ہونا پڑے' مگر جب قیصر و کسریٰ نے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا چاہا تو انہوں نے ایک مدت قلیل کے اندر ان کو شوکت و سطوت کے پرخچے اڑا دیئے۔ روما و ایران کی سلطنت تباہ و برباد کر دی۔ دنیا اس وقت حیرات ہو رہی تھی کہ مٹھی بھر عربوں نے نہایت بے سروسامانی کی حالت میں وہ عظیم الشان سلطنتوں کی بنیادوں کو چند دنوں میں متزلزل کر دیا۔ گویا انہوں نے دنیا کو بتا دیا کہ فتح اور غلبہ کا انحصار فوجوں کی کثرت اور سامان کی زیادتی پر نہیں ہوتا بلکہ یہ نتیجہ ہوتا ہے اس قلبی طاقت اور طمانیت قلب کا جسے ہم ایمان کہتے ہیں۔

ایمان کیا ہے؟ خدا کی ہستی کو تسلیم کرنا' کسی کو اس کا شریک نہ کرنا' اسے ہی ہر طاقت اور قوت کا سرچشمہ قرار دینا' اسی سے مدد مانگنا' اسے کے لئے اور اسی کے حکم کے مطابق میدان عمل میں قدم بڑھانا۔

مردان مومن کی یہ فتوحات ذات باری تعالیٰ کی ہستی پر ایک زندہ دلیل تھیں۔ انہوں نے اپنے عمل اور کردار سے دنیا کو بتا دیا کہ خداوند تعالیٰ پر ایمان لانے سے انسان کے اندر کتنا عظیم انقلاب پیدا ہوتا ہے اور وہ کتنی بڑی اور عظیم طاقت کا منبع بن جاتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی دنیا پر ثابت کر دیا کہ خداوند تعالیٰ سے تعلق یا لگاؤ ایک افسانہ ہی نہیں بلکہ ایک واضح حقیقت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق پیدا ہو جائے تو انسان کی حالت یک قلم بدل جاتی ہے۔ اس کے اندر ایسی طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو جب اس سے ٹکرائے گی' پاش پاش ہو کر رہ جائے گی۔

صدر اول کی فتوحات کی اصل وجہ مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان اور اپنے آقا و مولا سے سچا تعلق تھا۔ ان فتوحات کے جو مناظر خلافت راشدہ کے دور میں دنیا والوں نے دیکھے وہی بلکہ ان سے زیادہ ایمان افروز نظارے انہوں نے جان کائنات ﷺ کی ظاہری زندگی میں دیکھے تھے۔ اسی بناء پر ان کا ایمان وایقان اور بھی زیادہ پختہ و راسخ ہو گیا۔

انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا کہ ایک شخص تن تنہا خدا کا پیغام لے کر کھڑا ہوا۔ اس کی ساری قوم اس کی مخالف ہو گئی۔ عرب کے بت پرست' یہود و نصاریٰ اسے مٹانے کی سرتوڑ کوشش میں لگ گئے۔ دن رات اس بیکس و بے بس اور تن تنہا نے جو کچھ کیا وہ حقیقت بن کر دنیا کے سامنے آ گیا۔ اس نے جو کچھ کہا اس کا لفظ لفظ ان کے سامنے پورا ہوا۔ پورے عربستان کی مخالفت کے باوجود اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔ اس صادق و مصدوق نے ایک مرتبہ یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ قیصر و کسریٰ کی مخالفت اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔ بلکہ وہ اور ان کی سلطنتیں ان کے سامنے تباہ ہو جائیں گی۔ مسلمان اور مومن یہ جانتے تھے کہ یہ الفاظ بھی ضرور پورے ہو کر رہیں گے۔ اس لئے وہ قیصر و کسریٰ کی فوجوں' ان کے سامان حرب و ضرب کو پرکار کے برابر بھی وقعت نہ دیتے تھے۔

اسلام اور محبوب کبریاء ﷺ کی ہمنشینی نے مسلمانوں کے دلوں میں شجاعت اور جانبازی کے ولولوں کو ایک نئی اور تازہ حیات بخشی۔ اس میدان میں انہوں نے جو کچھ کیا وہ تاریخ کا ایک حیرت انگیز ورق ہے۔ جو ہر موقعہ پر امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ بصیرت کے نقاط و رموز کی پردہ کشائی کرتا رہے گا۔ بدر تاریخ اسلام کا ایک اہم ورق ہے' جس میں ہمارے لئے عبرت اور بصیرت کا ہزار ہا دفتر موجود ہیں۔ مسلمان جب بدر کے لئے روانہ ہوئے تو جان کائنات ﷺ نے نابالغ بچوں کو فوج میں شامل ہونے سے روک دیا' مگر انصار کے دو بچے کسی نہ کسی طرح فوج میں شریک ہو گئے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن ابو جہل انہی بچوں کے ہاتھوں مارا گیا۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میدان کارزار گرم تھا۔ لڑائی زوروں پر تھی' ایک بچہ میرے دائیں طرف آیا اور کہا چچا' ابو جہل کون ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس نے محبوب کریم ﷺ کو بڑی بڑی اذیتیں پہنچائی ہیں۔ اب وقت ہے کہ اسے ختم کر دیا جائے۔ سامنے سے ابو جہل اونٹ کو کداتا آ رہا تھا۔ میں نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ بچہ لپکا' دوسرے طرف سے ایک اور بچے نے مجھ سے یہی سوال کئے اور وہی ارادہ بیان کیا جو پہلا بچہ کر چکا تھا۔ میں نے ابو جہل کی طرف اشارہ کیا۔ وہ دونوں بچے اس پر اس طرح جھپٹے جس طرح شہباز چڑیا پر جھپٹتا ہے اور اونٹ کی ٹانگیں کاٹ کر سوار کو نیچے گرا دیا اور آناً فاناً ابو جہل کا خاتمہ کر دیا۔ یہ دونوں بچے معاذ اور معوذ تھے۔ عکرمہ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا۔ وہ ان پر جھپٹا اور اس نے ایک بچے کو تو وہیں شہید کر دیا۔ دوسرے کا بازو کٹ گیا۔ مگر تسمہ لگا رہا۔ جب جنگ ختم ہو گئی تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ بچہ کوئی چیز تلاش کر رہا ہے۔ صحابہ علیہم الرضوان نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ اس نے کہا کہ عکرمہ نے جب میرے بازو پر تلوار ماری تو بازو کٹ گیا مگر تسمہ لگا رہا۔ وہ لڑنے میں آڑے آتا تھا۔ میں نے اسے کاٹ دیا۔ اب فرصت ملی ہے میں اسے تلاش کر رہا ہوں تاکہ اسے دفن کر دوں۔ ایسے بچے ہی قوموں کی قسمت کو بدل دیا کرتے ہیں۔

☆ مرد مومن کو محبوب کبریاء ﷺ کی ذات پاک سے والہانہ عقیدت ہوتی ہے۔ وہ اپنی جان دے کر بھی محبوب دو جہاں ﷺ کی ذات بابرکات کی عزت و حرمت بحال رکھنی چاہتا ہے۔ ۴ ہجری صفر کا مہینہ تھا کہ نجد کے علاقے سے کلابی قبیلہ کا سردار ہر قسم کے تحفے تحائف لے کر محبوب دو جہان ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر آپ اپنے صحابہ علیہم الرضوان میں سے کچھ آدمی ہمارے ساتھ روانہ کر دیں تو شاید ان کی تبلیغ سے یہ قبیلہ مسلمان ہو جائے۔ رحمت دو جہاں ﷺ نے اس بارے میں خدشہ ظاہر کیا کہ ممکن ہے نجد کے لوگ ان کے ساتھ غداری کریں اور دھوکہ دے کر انہیں پریشان کریں۔ ابو البراء نے محبوب دو جہاں ﷺ کو یقین دلایا کہ ایسا کبھی نہ ہو گا۔ میں خود ان کا نگہبان

ہوں گا۔ ان کی حفاظت کروں گا۔ رحمت دو جہاں ﷺ نے ستر قاری انتخاب کئے اور المنذر رضی اللہ عنہ بن عمرو الساعدی کو ان کا امیر مقرر کیا اور انہیں تبلیغ کے لئے روانہ کیا۔ جب قاری بیر معونہ پر پہنچے جہاں بنی سلیم کا قبضہ تھا۔ تو انہوں نے ایک قاصد راحت دو جہاں ﷺ کا مکتوب دے کا بنو سلیم کے سردار عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ وہ سخت بد دماغ، مغرور اور ظالم تھا۔ مکتوب گرامی پر نظر ڈالے بغیر قاصد کو قتل کر دیا اور اپنے حلیف قبائل کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔ سارے قبائل جمع ہو کر مسلمانوں کی قیام گاہ پر آئے اور ان پر حملہ بول دیا۔ دو آدمیوں کے سوا باقی سب کو قتل کر دیا۔ محبوب کبریاء ﷺ کو جب اطلاع ہوئی تو آپ بہت رنجیدہ ہوئے۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ایک وفد رحمت دو جہاں ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ اے اللہ کے رسول ہم مسلمان ہیں ہمیں دین سکھانے کے لئے کچھ آدمی دیجئے۔ آپ نے دس مسلمان اس مقصد کے لئے چنے جن میں عاصم بن ثابت اور مرشد رضی اللہ عنہ بن ابی مرشد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جب یہ مقام رجیع پر پہنچے تو بنو ریحان کے سو تیر انداز ان کے ساتھ لگ گئے۔ جب یہ ایک جگہ پر اترے تو انہوں نے انہیں گھیر لیا اور زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ مگر حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے تعداد کی کثرت کے باوجود ان کا مقابلہ کیا اور عاصم کے ساتھی دو کے سوا ایک ایک کر کے شہید کر دیئے گئے۔ باقی تین نے جان کی امان پر ہتھیار رکھ دیئے، انہیں گرفتار کر لیا گیا اور انہیں ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک کو راستہ میں قتل کر دیا۔ باقی دو کو مکے پہنچ کر قریش کے پاس بیچ ڈالا۔ ان دو مسلمانوں کے ہاتھوں بدر کے موقع پر ایک کا باپ اور دوسرے کا بھائی مارا گیا۔ انہوں نے انتقام کے لئے ان کے قتل کا مصمم ارادہ کیا۔ خبیب رضی اللہ عنہ کو کچھ عرصہ قید میں رکھا۔ ان کی حفاظت کے لئے ایک لونڈی متعین کی۔ جب آپ تہجد کے بعد قرآن کریم پڑھتے تو وہ چپ چاپ چھپ کر قرآن سنتی۔ قتل کے وقت قریش کے بڑے بڑے سردار جمع ہوئے۔ سولی گاڑی گئی۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو وہاں لایا گیا۔ وہ جب سولی دینے لگے تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے ان سے التجا کی کہ اگر اس بات میں حرج نہ سمجھیں تو مجھے اتنی اجازت دیں کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ انہوں نے اجازت دے دی۔ چنانچہ انہوں نے نماز شروع کی اور بڑے سکون کے ساتھ دو رکعت ادا کئے۔ پھر کفار سے مخاطب ہو کر کہا واللہ اگر تم گمان نہ کرتے کہ میں موت سے ڈر گیا ہوں اس لئے نماز بڑھا رہا ہوں تو میں نماز خوب لمبی کر کے پڑھتا۔ اس وقت ایک عجیب منظر تھا۔ خدائے واحد کا یہ پرستار جسے چند لمحوں بعد سولی لٹکایا جانا تھا۔ اپنے رب کے حضور کھڑا تھا۔ رکوع و سجود ادا کر رہا تھا۔ دیکھنے والے یہ منظر دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو اس وقت مجمع میں موجود تھے۔ بعد میں اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے دل پر جتنا اثر اس منظر نے ڈالا کسی اور حادثے نے ویسا اثر نہ ڈالا۔

جہاں تک ان کے دوسرے ساتھی کا تعلق ہے تو انہیں جب قتل کرنے کے لئے میدان میں لائے تو بڑے بڑے آدمی تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہوئے۔ انہوں نے زید رضی اللہ عنہ سے چھیڑ خانی شروع کی اور اس سے لطف اندوز بھی ہوئے۔ ان میں سے ایک نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ زید رضی اللہ عنہ کیا تمہارا جی چاہتا ہے کہ اس وقت تو اپنے گھر والوں میں بیٹھا ہوتا اور تیری جگہ محمد ﷺ سولی پر لٹکائے جاتے؟ زید رضی اللہ عنہ نے بڑے متانت سے جواب دیا۔ ہمیں تو یہ بھی گوارا نہ ہو گا کہ آپ ﷺ کے پاؤں میں جہاں کہیں تشریف فرما ہوں کانٹا چبھے اور ہم اپنے گھر والوں میں پہنچا دیئے جائیں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ابوسفیان پکار اٹھا۔ خدا کی قسم میں نے کسی قوم کو اپنے ہادی اور مرشد کو یوں چاہتے ہوئے نہیں دیکھا جیسا کہ محمد ﷺ کے ساتھی اسے چاہتے ہیں۔

اس سے مرد مومن کے ان جذبات کا اندازہ ہو سکتا ہے جو وہ جان کائنات ﷺ کے بارے میں رکھتے تھے۔ اسی طرح غزوہ احد میں تاریخ عالم نے ایسے ایسے نظارے دیکھے کہ محمد ﷺ کے ساتھیوں نے بڑی سے بڑی تکلیفیں اٹھائیں، زخم برداشت کئے مگر محبوب دو جہاں ﷺ کو آنچ نہ آنے دی۔

☆ نصر بن انس رضی اللہ عنہ محبوب دو جہاں ﷺ کے صحابی تھے۔ انہیں جب احد کے میدان میں رحمت عالم ﷺ کی

شہادت اور وصال کی خبر ملی تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دوستو! اب جی کر کیا کرو گے۔ اٹھو اس دین کی خاطر جان دے دو۔ جس کے لئے محمد ﷺ نے جان دی ہے۔ یہ کہہ کر اس جوش وخروش سے آگے بڑھے کہ دشمن کی صفوں کی صفیں الٹ دیں اور پے در پے اپنے جسم پر ستر زخم کھائے۔ جب کفار مکہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے تو جان دو جہاں ﷺ نے صحابہ علیھم الرضوان سے پوچھا۔ نضر رضی اللہ عنہ بن انس کہاں ہیں؟ وہ تلاش کو نکلے۔ زخمیوں اور لاشوں میں ان کا پتہ ملا۔ جان کائنات ﷺ کو ان کی اطلاع دی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا نضر رضی اللہ عنہ کو آواز دو۔ جب صحابہ نے آواز دی کہ روح کائنات ﷺ تمہیں بلاتے ہیں۔ تو وہ جان کنی کے عالم میں تھے' یک بیک ان کے جسم میں بے پناہ قوت پیدا ہوئی۔ وہ زخمیوں میں سے اچھل کر محبوب ﷺ کے قدموں میں پہنچے۔ آپ ﷺ کے تلووں میں اپنی آنکھیں لگا دیں اور جان' جان پیدا کرنے والے کے سپرد کر دی۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے اس منظر کو یوں بیان کیا ہے۔

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے
کہ بوقت جان سپردن بسرش رسیدہ باشی

☆ ایک خاتون کو جب یہ اطلاع ملی کہ احد کے میدان میں محبوب دو جہاں ﷺ کا وصال ہو گیا ہے تو وہ فی الفور اس جانب روانہ ہوئیں۔ انہوں نے ایک آنے والے سے پوچھا کہ محبوب کریم ﷺ کیسے ہیں؟ اس نے جواب دیا تمہارا خاوند قتل ہو چکا ہے۔ انہوں نے پھر وہی سوال کیا تو انہیں بتایا گیا کہ تمہارا بھائی بھی شہید ہو چکا ہے۔ انہوں نے سہ بارہ سوال دہرایا تو انہیں بتایا گیا کہ تمہارا باپ بھی شہید ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں ان کے بارے میں دریافت نہیں کرتی ہوں۔ میں تو محبوب کبریاء ﷺ کے بارے میں پوچھتی ہوں۔ اس نے کہا محبوب کریم ﷺ اللہ کے فضل وکرم سے زندہ ہیں۔ تو انہوں نے شکر ادا کیا اور کہا کہ ان کے ہوتے ہوئے مجھے کسی کا غم نہیں ہے۔ جانثاری کا یہ جذبہ کسی قوم کسی ملت کی تاریخ میں نہیں ملے گا۔

اسی جنگ میں ابو دجانہ رضی اللہ عنہ ستر زخم کھائے۔ ان کی پیٹھ تیروں سے چھلنی ہوگئی وہ محبوب دو جہاں ﷺ کے ساتھ سائے کی طرح رہے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ تیر روکتے روکتے ناکارہ ہوگئے۔ وہ راحت جاں ﷺ کے لئے ڈھال بن گئے اور ان زخموں کی حالت میں بھی اپنے کندھوں پر اٹھا کر راحت دو جہاں ﷺ کو صحرا تک لے آئے۔ یہ ہزار ہا واقعات میں سے چند واقعات ہیں جو نمونۃً پیش کر دیئے گئے ہیں تاکہ محبوب ﷺ کے صحابہ کی جاں نثاریوں کا لوگوں کو کچھ علم ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ مرد مومن کس حد تک ایثار اور قربانی کر سکتا ہے۔ اس میں کس حد تک خلوص اور ایثار ہوتا ہے اور وہ کتنی للہیت کے ساتھ حق اور صداقت کے لئے ڈٹ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔

ابتدائے اسلام کا ذکر ہے کہ جب جان کائنات ﷺ دار ارقم میں مقیم تھے اور اس وقت تک فقط پانچ انسان آپ ﷺ کے حلقہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے تو حضرت خباب رضی اللہ عنہ بن ارت ایمان لائے۔ وہ غلام تھے۔ بے یار و مددگار تھے۔ اس لئے ان پر وہ مظالم اور شدائد توڑے گئے جن سے بڑھ کر انسانی دماغ سوچ نہیں سکتا۔ شدائد کا ایک پہاڑ تھا جو ان پر ٹوٹ پڑا۔ کیونکہ ان دنوں ایمان لانا قریش مکہ کی نظر میں اتنا بڑا جرم تھا کہ اس کی تلافی نہیں ہو سکتی تھی۔ بلکہ اس کی خاطر مال و دولت' ننگ و ناموس بلکہ زندگی سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا تھا۔ مگر حضرت خباب رضی اللہ عنہ استقلال کے پہاڑ تھے۔ انہوں نے ان شدائد کی پرواہ نہ کی اور نہ ہی مظالم کو خاطر میں لائے اور ڈنکے کی چوٹ پر اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ کفار مکہ جانتے تھے کہ وہ بے یار و مددگار ہیں۔ اس لئے انہیں اپنے مظالم کا نشانہ بنایا۔ اس وقت بڑے سے بڑا انسان' بڑے سے بڑا سردار اگر ایمان لے آئے تو ان کی ستم آرائیوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔ خباب رضی اللہ عنہ تو پھر ایک غلام تھے۔ خدا کے سوا ان کا کوئی مددگار نہ تھا۔ اس لئے ان پر زیادہ سے زیادہ جور و ستم روا رکھے گئے۔ ان کو ایسی ایسی سزائیں دیتے تھے جو انسانی زندگی اور شقاوت کی آخری حد ہوتی ہے۔ ننگی پیٹھ پر دہکتے ہوئے کوئلے انگارے ہوتے تھے پھر ان کی الاؤ ہوتی۔ جس میں انہیں چت لٹا دیتے اور سینے پر بھاری پتھر رکھتے۔ ایک آدمی اسے مسلتا۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا جب تک وہ ان انگاروں پر کباب ہوتے رہتے

اور جب تک زخموں کی رطوبت اس آگ کو بجھا نہ دیتی۔ لیکن ان تمام شدائد کے باوجود ان کی زبان پر احد احد جاری رہتا۔ رحمتہ للعالمین ﷺ ان کی تالیف قلب کے لئے تشریف لاتے اور انہیں تسلی دیتے۔ مگر سنگدل کا فریہ بھی گوارا نہ کرتے۔ اس جرم عظیم کی پاداش میں رہے کہ آگ میں تپا کر ان کا سر داغ دیا گیا۔ جب کفار مکہ نے دیکھا کہ عقوبتوں کے طوفان بھی ان کے جوش توحید کو ٹھنڈا نہ کر سکے تو ان کے غیض وغضب کی آگ اور زیادہ تیز ہوئی۔ اب انہوں نے انہیں مالی نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔

☆ عاص بن نوفل کے ذمہ ان کا کچھ قرض تھا۔ جب وہ تقاضا کرتے تو یہی جواب دیتے کہ جب تک محمد ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑو گے اس وقت تک یہ رقم ہرگز نہیں ملے گی۔ اس کے جواب میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک تم مر کر دوبارہ زندہ نہ ہو گے میں محمد ﷺ سے ہرگز الگ نہیں ہو سکتا۔ وہ کہتا اچھا مر کے پھر زندہ ہوں گا۔ مجھے مال و دولت اولاد ملے گی۔ اس وقت تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔ اس سے اس کا مقصد مسلمانوں کے اس عقیدہ کی تضحیک کرنا تھا کہ مرنے کے بعد انسانوں کو دوبارہ زندگی ملے گی۔ (سورۃ مریم ع ۵)

☆ جہاں تک جان نثاری کا تعلق ہے تاریخ عالم اس پر شاہد ہے کہ راحت دو جہاں ﷺ کے صحابہ سے بڑھ کر اس نیلے آسمان کے نیچے کوئی قوم پیدا نہیں ہوئی جو جان سے زیادہ جانباز ہو اور سب سے بڑھ کر یہ بات بھی ہے اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جو ایک مرتبہ محبوب دو جہاں ﷺ کے دائرے میں گیا وہ کسی خطرے کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس ذات بابرکات سے وابستہ رہا۔ چنانچہ خلافت راشدہ کے اندر بھی اس قسم کے نظارے ہمیں مل سکتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایسی بیسیوں مثالیں مل سکتی ہیں کہ مسلمانوں نے دین کے لئے بڑے سے بڑا ایثار کیا اور اس کی عزت وحرمت کو برقرار رکھنے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کی۔ ایثار کیا اور خلوص کا مظاہرہ کیا۔

جسر کی جنگ میں ایرانیوں نے جب پہلی مرتبہ ہاتھیوں کو میدان میں اتارا اور انہوں نے صفوں کی صفیں الٹ دیں تو فوج کے سپہ سالار ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ خود میدان میں اترے اور سفید ہاتھی جو ہاتھیوں کا سردار تھا پر حملہ آور ہوئے سونڈ پر تلوار ماری وہ مستک سے کٹ کر الگ ہو گئی۔ ہاتھی غصے میں آ کر آگے بڑھا انہیں زمین پر گرایا اور ان کی ہڈیاں چور چور کر دیں۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آواز دی اسلام کا جھنڈا قائم رکھنا۔ اس کی عزت وحرمت بحال رکھنا۔ اس آواز پر یکے بعد دیگرے سات آدمیوں نے لبیک کہی اور باری باری علم ہاتھ میں لیا اور ہاتھی سے بھڑ کر شہید ہو گئے۔

قادسیہ کی جنگ میں ابو مجحن ثقفی جو شراب پینے کے جرم میں قید تھے۔ قید خانے کے دریچہ سے جنگ کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ جنگ تیز ہوئی تو وہ جوش شجاعت سے بے اختیار ہوئے۔ آخر جب ضبط نہ ہو سکا تو حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی بیوی سلمٰی رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ خدا کے واسطے مجھے اس وقت چھوڑ دو۔ اگر لڑائی سے زندہ لوٹا تو خود بیڑیاں پہن لوں گا۔ سلمٰی رضی اللہ عنہا نے انکار کیا یہ حسرت تمام قید خانے میں واپس آئے۔ بار بار پر درد لہجے میں شعر پڑھتے۔ سلمٰی رضی اللہ عنہا متاثر ہوئیں۔ ان کی بیڑیاں کاٹ دیں۔ وہ فی الفور اصطبل میں گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور دشمنوں پر حملہ کیا۔ آن کی آن میں ان کی صفیں الٹ دیں۔ لڑائی کا رنگ بدل گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جو بیماری کی وجہ سے جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے' یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ یہ کون بہادر ہے' حملے کا انداز تو ابو مجحن ثقفی کا ہے مگر حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا ٹال گئیں۔ شام کے وقت حضرت ابو مجحن ثقفی فتح مندی کے ساتھ واپس لوٹے خود بیڑیاں پہنیں اور قید خانے میں چلے گئے جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا کہ ایسے مجاہد کو قید نہیں کر سکتا۔ ابو مجحن نے کہا کہ خدا کی قسم آج کے بعد شراب نہیں پیوں گا۔

یہ ہے ایک مومن کا کردار۔ اسی جنگ میں حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی یہ آیت پڑھتے اور دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم وامرالھم بان لھم الجنہ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون اور ساتھ ہی یہ نعرہ لگاتے کہ خداوند تعالیٰ کے ساتھ سودا کرنے والے اور اس کے ہمسایہ بننے والے کہاں ہیں

جس کے کان میں یہ آواز پڑی وہ لوٹ پڑا۔ یہاں تک کہ جس فوج کے پاؤں اکھڑ چکے تھے، وہ پھر سنبھل گئی اور رومیوں کی پیش قدمی رک گئی۔

☆ عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل بہت بڑے سپہ سالار اور بہادر سپاہی تھے۔ جب رومیوں کا دباؤ بڑھا تو انہوں نے اپنی فوج کی طرف دیکھا اور کہا کہ کون ہے جو میرے ہاتھ پر مرنے کی بیعت کرے۔ چار سو آدمی جن میں چند بزرگ اصحاب بھی شامل تھے، آگے بڑھے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور اتنی ثابت قدمی سے لڑے کہ دشمن کی صفیں الٹ گئیں، مگر تقریباً یہ سب کے سب وہیں ڈھیر ہوگئے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کی لاش مقتولوں کے ڈھیر میں ملی، کچھ سانس باقی تھے، خالد رضی اللہ عنہ نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھا، حلق میں پانی ٹپکایا۔ انہوں نے آنکھیں کھول دیں اور کہا کہ خدا کی قسم عمر رضی اللہ عنہ کا گمان غلط تھا کہ ہم شہید ہو کر نہ مریں گے۔ آج یہ نعمت سرمدی ہمیں حاصل ہوگئی۔ اسی طرح اگر تاریخ اسلام کی سرسری ورق گردانی کی جائے تو ایسے سینکڑوں واقعات مل سکتے ہیں جو اس گئے گزرے وقت میں بھی ایمان افروز ثابت ہو سکتے ہیں۔

اسلام جہانگیری اخلاق کا نام ہے۔ محبوب کریم ﷺ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں مکارم اخلاق کی تبلیغ کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ آپ ﷺ کے اخلاق، اخلاق حسنہ تھے۔ جو آپ ﷺ کے قریب آتا تھا۔ آپ ﷺ کا ہی ہو جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کا اخلاق انہیں گرویدہ بنا لیتا۔ کارلائل اپنی مشہور کتاب میں محبوب دو جہاں ﷺ کو انبیاء میں ہیرو کا درجہ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''لوگ کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا، میرا ان سے سوال ہے کہ پہلے انسان جنہوں نے اسلام قبول کیا انہیں کس تلوار نے زیر کیا تھا۔ یہ تلوار رسول کریم ﷺ کے اخلاق کی تلوار تھی۔۔۔۔'' مسلمانوں کو بار بار محبوب دو جہاں ﷺ نے اخلاق حسنہ کی تاکید فرمائی ہے اور قرآن نے آپ ﷺ کے اخلاق کو مسلمانوں کے لئے معیار مقرر کیا اور یہ اخلاق قرآن کے عین مطابق تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ محبوب کریم ﷺ کے اخلاق کیا تھے تو انہوں نے فرمایا کان خلقه القرآن۔

محبوب دو جہاں ﷺ کے اخلاق میں جو چیز سب سے نمایاں نظر آتی ہے وہ امانت دیانت تھی۔ قوم نے نبوت سے پہلے آپ کو امین کا خطاب دیا اور جب حجر اسود کے نصب کرنے پر تکرار ہو رہی تھی تو محبوب دو جہاں ﷺ وہاں تشریف لائے تو انہوں نے کہا وہ امین آ گیا ہے، ہم اس کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے۔ آپ ﷺ نے ان کا مقدمہ سنا اور فرمایا کل صبح جو شخص سب سے پہلے یہاں آئے گا وہی حجر اسود کو کعبہ کی دیوار میں نصب کرے گا۔ چنانچہ دوسرے دن محبوب دو جہاں ﷺ سب سے پہلے تشریف لائے۔ آپ نے فیصلہ یہ کیا کہ اپنے چادر بچھائی، قریش کے چار قبیلوں میں سے ایک ایک آدمی انتخاب کیا، حجر اسود کو چادر کے درمیان رکھا۔ چادر کے کونوں سے چار قریشیوں نے چادر کو تھاما اور وہ اسے اٹھائے ہوئے دیوار کعبہ کے پاس پہنچے۔ آپ ﷺ نے وہاں پہنچ کر حجر اسود اٹھایا اور دیوار میں نصب کر دیا۔ اس طرح وہ جھگڑا جو خون خرابے کے بغیر طے نہ ہو سکتا تھا۔ آپ ﷺ نے بڑے سکون اور تسکین کے ساتھ اسے حل کر دیا۔

جان کائنات ﷺ کے اخلاق کے سب گرویدہ تھے۔ خواہ وہ آپ ﷺ کا دشمن ہو یا دوست۔ وہ اعتراف کیا کرتے تھے کہ اخلاق حسنہ کے پیکر آپ ﷺ ہی ہیں۔ چنانچہ جب محبوب دو جہاں ﷺ نے ہرقل والئی روم کو دعوت نامہ لکھا کہ وہ اسلام قبول کرلے تو اس نے امتحاناً حکم دیا کہ کوئی مکہ مکرمہ کا رہنے والا اگر دمشق میں موجود ہے تو اسے پکڑ کر لایا جائے۔ اتفاقاً ابوسفیان جو اس وقت اسلام کے دشمن تھے۔ وہاں موجود تھے۔ انہیں دربار میں حاضر کیا گیا۔ کچھ سوال پوچھے گئے۔ جس کا جواب انہوں نے دیا اور جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ اس نبی ﷺ کے اخلاق کیسے ہیں تو انہوں نے کہا وہ اخلاقی لحاظ سے ہم سب میں بہتر ہیں۔ وہ جھوٹ نہیں بولتے، کسی کا حق غصب نہیں کرتے، غریبوں اور محتاجوں کے حامی و مددگار ہیں، نہ کسی پر ظلم کرتے ہیں اور نہ خود ظلم برداشت کرتے ہیں، ان کی زندگی ایک نمونے کی زندگی ہے۔ ہرقل نے کہا بخدا انبیاء کے یہی اخلاق ہوتے ہیں۔

☆ محبوب دو جہاں ﷺ نے حجتہ الوداع کے موقع پر جو خطبہ دیا۔ انسانیت کی تاریخ میں ایسا مقام رکھتا ہے کہ آج تک وہ

ہر انسان کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ اس میں آپ ﷺ نے مساوات کا درس دیا' نیکی اور تقوی لوگوں کو سکھایا' غریبوں کی مدد' مظلوم عورتوں کی دستگیری کی اور انہیں خاک ذلت سے اٹھا کر آسمان تک پہنچا دیا۔ یہاں تک فرمایا کہ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنی گھر والی کے ساتھ اچھا ہے۔

اس سے بڑھ کر فرمایا کہ نکاح کرو' یہ میری سنت ہے اور نصف ایمان ہوتا ہے۔ اولاد کے قتل کرنے سے روکا' غلاموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا۔ فرمایا کہ یہ تمہاری طرح انسان ہیں۔ جو خود کھاؤ وہ انہیں بھی کھلاؤ' جو خود پہنو انہیں بھی پہناؤ' اس سے اتنا کام لو جتنا تم خود کر سکتے ہو۔ چنانچہ خلفائے راشدین کے وقت ان تمام نصائح پر صحابہ کرام لفظاً و معناً عمل کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ راتوں کو بھیس بدل کر نکلتے' دیکھتے کہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ انہیں کوئی شکایت تو نہیں۔ کسی کو تکلیف تو نہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے حکم دیا کہ دودھ میں پانی نہ ملایا کرو اور یہ رسول کریم ﷺ کی حدیث قدسی کا نفاذ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ من غش فلیس منا۔ تو ایک بدو کی بیوی اپنی لڑکی کو کہہ رہی تھی کہ اٹھو! صبح ہونے والی ہے۔ دودھ میں پانی ملا دو۔ اس نے کہا میں ایسا نہیں کروں گی کیونکہ یہ امیر المومنین کا حکم ہے۔ ماں نے کہا کہ امیر دیکھ تو نہیں رہا۔ اس لڑکی نے بڑی دلیری سے جواب دیا میں اس کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتی۔ خداوند تعالیٰ تو دیکھتا ہے۔ یہ کردار تھا جو اس دور میں پیدا ہوا اور اس واسطے پیدا ہوا کہ مسلمانوں کا امیر اخلاق حسنہ کا پیکر تھا۔ اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ

الناس علی دین ملوکھم۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پسند اور بہانگ دہل حق کا اعلان کیا کرتے تھے۔ رعایا کے اندر بھی یہ اوصاف پائے جاتے تھے۔ جب آپ شام کے دورے سے واپس آ رہے تھے تو صحرا میں ایک خیمہ دیکھا۔ اس میں ایک بڑھیا تھی۔ آپ نے سوال کیا کہ بڑی بی عمر کہاں ہے۔ اس نے کہا شاید شام کے دورے پر ہے اور تھوڑے دنوں تک واپس آ جائے گا۔ آپ نے پھر سوال کیا کہ تمہیں کوئی شکایت ہے۔ بڑھیا نے جواب دیا۔ مجھے امیر المومنین کی طرف سے وظیفہ نہیں ملا۔ آپ نے فرمایا تم نے اس امر کی شکایت کی۔ امیر سے کہا کہ مجھے وظیفہ نہیں ملا؟ تو اس بڑھیا نے جواب دیا کہ یہ امیر کا کام ہے کہ وہ دیکھے کہ کسے وظیفہ مل رہا ہے' کسے نہیں مل رہا ہے۔ یہ ہے اس زمانے کی حریت اور یہ ہے امیر کا فرض جو اس بڑھیا نے امیر کو یاد دلایا کہ آج ایسا ممکن ہے؟

اس ضمن میں مرد مومن کا ایک اور وصف بھی سن لیجئے۔ جس سے پتہ چلے گا کہ اسلامی ریاست اور اس کے امیر کے کیا فرائض ہوتے ہیں۔

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ پانچویں خلیفہ راشد ہیں۔ جب فوت ہوئے تو ان کے دوست نے چند برس بعد خواب میں دیکھا اور سوال کیا' آپ تو بہشت میں اسی وقت پہنچ گئے ہوں گے جب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ نے فرمایا نہیں مجھ پر اللہ تعالیٰ کا عتاب ہوا کہ تمہاری مملکت میں فلاں جگہ ایک پل تھا' اس میں جو شگاف پڑا ہوا تھا' اس میں ایک بکری کا پاؤں پھنس کر زخمی ہو گیا۔ یہ غفلت تھی۔ اس واسطے اس غفلت کی سزا میں مجھے عالم برزخ میں رکھا گیا۔

اس سے اسلامی ریاست کے بارے میں دو باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ امیر المومنین اپنی رعایا کی معاش اور معاد دونوں کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ رعایا کا کوئی فرد رات کو خالی پیٹ نہ سوئے۔ وہ صراط مستقیم پر چلے کیونکہ امیر اس کے گناہوں میں شریک ہوگا اور اگر وہ نیکی کرے گا تو اس میں بھی امیر حصہ دار ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ ولید بن عبدالملک نے جب جامع دمشق تعمیر کی تو خطبہ دیتے ہوئے اس نے کہا۔ میری وسیع و عریض سلطنت میں جس کی ایک حد تو ایک طرف سے جنوبی فرانس سے ملتی ہے۔ دوسری دریائے نیل کے دہانے تک ہے اور ایک طرف دیوار چین تک پہنچتی ہے۔ کوئی شخص رات کے فاقے سے نہیں سوتا۔ کوئی اندھا ایسا نہیں جس کے لئے میں نے ہادی مقرر نہ کیا ہو اور کوئی کوڑھی ایسا نہیں جس کے لئے میں نے ہسپتال علیحدہ نہ بنایا ہو۔ حریت پسند اور ہدایت شعار عربوں کی زبانیں خاموش رہیں اور اس طرح انہوں نے امیر المومنین کے بیان کی تصدیق کی۔

تھا کہ دنیا میں فقط اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے انسانوں کی روزی کا بندوبست کیا اور اسے اس حد تک پہنچایا کہ روز پیدائش سے روز مرگ تک اسے سرکار کی طرف سے روزینہ ملتا۔ آج پیٹ کے نام پر بڑی بڑی تحریکیں چلائی جاتی ہیں لوگوں کو اس پر اکٹھا کیا جاتا ہے وہ ملک جو اشتراکیت کے حامی ہیں اور جن کا نعرہ انسانی پیٹ ہے وہ ابھی بھی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتے جو اسلام نے اپنے ابتدائی ایام میں پیش کی۔ اسلام انسان کو حق دیتا ہے کہ وہ اپنے امیر سے باز پرس کرے اور اگر کوئی بات اس کی سمجھ میں نہ آئے تو وہ اس سے دریافت کرے۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دینے لگے تو ایک بدو اٹھا۔ اس نے کہا امیر المومنین ہم آپ کا خطبہ اس وقت تک نہیں سنیں گے جب تک آپ یمن کی چادروں کا حساب صاف نہیں کریں گے۔ آپ کا قد لمبا ہے ایک چادر میں آپ کا کرتہ نہیں بن سکتا۔ دوسری چادر آپ نے کہاں سے لی؟ آپ نے حضرت عبداللہ کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے کہا میں نے اپنے حصے کی چادر اپنے باپ کو دی تھی۔ اس پر بدو نے کہا۔ اب آپ فرمائیں ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ اگر میں راہ راست سے بھٹک جاؤں تو تم کیا کرو گے؟ ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا کہ تم نے دیکھا ہے کہ لکڑا جب ٹیڑھا ہو جاتا ہے تو بڑھئی اسے کیسے سیدھا کرتی ہے۔ اس دن ہم آپ کو سیدھا کرلیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا کا شکر ہے حق گو دانا ابھی موجود ہیں۔ جو حق اور صداقت کے لئے حرکت کرتی ہیں۔

محبوب دو جہاں ﷺ کی صحبت نے ہر مسلمان کو فرض کا احساس کرنے والا بنا دیا۔ ہر شخص یہ جانتا تھا کہ میں نے اپنا بوجھ اٹھانا ہے اور مجھے ہی اس کے بارے میں جواب دہ ہونا ہوگا۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آستین چڑھائے آپ کسی چیز کی تلاش کر رہے تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو انہوں نے فرمایا۔ امیر المومنین کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیت المال کا اونٹ گم ہو گیا ہے۔ خدا جانے کتنے مسکینوں کا اس میں حق ہے۔ میں اسے تلاش کر رہا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ کسی غلام کو حکم دیا ہوتا۔ آپ نے فرمایا کل قیامت کے دن بھی مجھ سے پوچھا جائے گا کہ بیت المال کا اونٹ گم ہوا۔ تو نے اس کے بارے میں کیا کیا اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ کا مجھ سے بڑا غلام اور کون ہو سکتا ہے۔

احساس فرض کے ضمن میں ہر صحابی اپنا اپنا فرض ادا کرنے میں خوشی محسوس کرتا تھا۔ اسے کسی حیثیت میں رکھا جائے وہ اپنا فریضہ ادا کرنے میں خوشی و مسرت محسوس کرتا تھا۔

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالاری سے معزول کیا گیا تو وہ فوج کے سامنے کچھ باتیں کرنا چاہتے تھے۔ ایک عرب نے اپنے نیزے کی نوک ان کے لبوں پر رکھی اور کہا کہ خاموش امیر کا حکم ہے۔ تو اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں امیر کے خلاف کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ عرب نے جواب دیا کہ تمہاری باتوں سے فتنہ پیدا ہوگا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا جہاں عمر رضی اللہ عنہ ہے وہاں فتنہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس گفتگو کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ خالد کہ اب تمہاری کیا حیثیت ہوگی۔ تو آپ نے فرمایا میں بحیثیت سپہ سالار اپنا فریضہ ادا کر چکا ہوں۔ اب میں اسی جان نثاری کے ساتھ بحیثیت سپاہی کے اپنا فرض ادا کروں گا۔

مسلمانوں کو زندگی سے زیادہ موت سے محبت تھی۔ چنانچہ جب کسریٰ کے دربار میں مسلمانوں کی سفارت گئی تو وہاں ایک رکن نے کہا کہ تمہیں جتنی زندگی سے محبت ہے ہمیں اس سے بڑھ کر موت سے محبت ہے۔ تو اس نے بات ٹالنے کے لئے مسلمانوں کے تیروں کو دیکھا اور کہا کہ ان تنکوں سے ایران فتح کرنے آئے ہو؟ تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ "لو جتنی کم ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ خطرناک ہوتی ہے"۔ پھر کسریٰ نے ان کی تلوار کا استہزاء کیا جو چھیتھڑوں میں لپٹی ہوئی تھی اور اپنی تلوار دکھائی جس کی نیام میں ہیرے وغیرہ جڑے ہوئے تھے۔ تو مسلمانوں نے کہا کہ تلوار تو یہ ہے۔ ہم نے اسے رات فساں پر لگا کر تیز کیا تھا اور اس کی آزمائش یہ ہے کہ زرہ کو کاٹے گی اور پھر انسان کے جسم پر پہنچ کر اس کو فنا کر دے گی۔ اگر امتحان مطلوب ہے تو آئیے۔ چنانچہ ایک زرہ دکھائی گئی تو تلوار کے ایک وار سے اس کو پاش پاش کر دیا اور ساتھ

فرمایا کہ آزمائش یوں نہیں ہوتی۔ ایک آدمی اپنے جسم پر زرہ پہن کر آئے اور پھر دیکھیے کہ یہ تلوار کس طرح کاٹتی ہے۔

غرضیکہ شام ہو یا ایران، عراق ہو یا مصر مسلمانوں نے ایک کامل مومن کی طرح زندگی کو خدا کی امانت سمجھا اور اس کے راستے میں جان دینے سے کبھی گریز نہ کیا اور اگر کبھی کوئی رکاوٹ پیش آئی تو مسلمان اسے اس طرح راستے سے ہٹاتے کہ دشمن ششدر رہ جاتے۔ چنانچہ قادسیہ کی جنگ کے موقع پر مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان دریائے دجلہ بہتا تھا۔ پل نا پید تھا۔ مسلمانوں نے اللہ کا نام لے کر دریا میں گھوڑے ڈالے۔ ران سے ران ملائے بے تکلفی سے باتیں کرتے ہوئے دریائے دجلہ کو عبور کیا۔ نہ دریا کی موجیں انہیں روک سکیں اور نہ دریا کی گہرائی انہیں ڈرا سکی۔ جب وہ کنارے کے پاس پہنچے تو ایرانی یہ کہہ کر بھاگے ''دیو آمد''۔

اس طرح ایک ناقابل تسخیر قلعہ کا واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ کے زمانے میں پیش آیا۔ مسلمان بہت پریشان تھے۔ ایک مسلمان نے کہا آج یا تو میں راستہ دریافت کروں گا یا راستہ بناؤں گا۔ چنانچہ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ کر دکھایا۔

مسلمان اپنے وعدہ کا پابند ہوتا تھا۔ وہ ہر قیمت پر ایفائے عہد کرتا۔ اس میں خواہ اسے نقصان پہنچے یا فائدہ۔ وہ ان دونوں جذبوں سے بالاتر ہو کر وفائے عہد کرتا تھا۔ یرموک کی جنگ سے پہلے جب مسلمانوں کو جنگی ضرورت کے تحت پسپا ہونا پڑا تو اہل حمص جو مسلمانوں کے ذمی تھے اور جزیہ ادا کیا کرتے تھے۔ ان کا سوال پیش آیا۔ فوج کے سپہ سالار نے کہا ہم ان سے جزیہ ان کی جان و مال کی حفاظت کا لیا کرتے تھے۔ اب ہم ایسا کرنے سے معذور ہیں۔ اس واسطے جزیہ کی رقم انہیں واپس دے دینی چاہئے۔ یہ رقم کئی لاکھ دینار بنتی تھی۔ چنانچہ رقم ادا کرنے کے بعد مسلمان شہر خالی کرنے لگے تو عیسائی صلیب پر ہاتھ رکھ کر کہتے تھے کہ خدا تمہیں واپس لائے۔ تم نے عدل کو زندہ کیا ہے۔ ہمارے ہوتے ہوئے رومی شہر پر قبضہ نہ کر سکیں گے۔ حالانکہ وہ عیسائی ہیں۔ یہودیوں نے بھی کہا تمہاری وجہ سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ تم بڑے منصف مزاج ہو۔ ہماری دعا ہے کہ خدا تمہیں واپس لائے۔

یہ مسلمانوں کے اخلاق کا ایسا پہلو تھا کہ جس نے دیکھا اور جسے واسطہ پڑا وہ مسلمانوں کا گرویدہ ہو گیا۔ جب رومیوں کو شام میں بار بار شکست ہوئی تو ہرقل نے کچھ پادری مسلمانوں کے لشکر میں بھیجے کہ وہ دریافت کریں کہ ان کی فتوحات کے کیا اسباب ہیں۔ انہوں نے آ کر ہرقل کو بتایا۔ مسلمانوں کے اخلاق ہم سے بہت بلند ہیں۔ ان کے ہاں اونچ نیچ کا سوال نہیں۔ وہ سب کے سب مساوات کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس سزا و جزا کی سطح سب کے لئے یکساں ہے۔ وہ رات کو جب مصلی پر کھڑے ہوتے ہیں تو فرشتے معلوم ہوتے ہیں۔ جب میدان جنگ میں اترتے ہیں تو شیروں کی طرح لڑتے ہیں۔ اس کے خلاف ہمارے ہاں فسق و فجور، جور و ستم، اونچ نیچ پائی جاتی ہے۔ غرضیکہ ساری برائیاں ہمارے ہاں پائی جاتی ہیں اس واسطے ہم ان پر کبھی فتح یاب نہیں ہو سکتے۔ اس سرزمین پر مسلمانوں کا پرچم لہرائے گا۔

ایثار فضائل اخلاق میں ایک ممتاز درجہ رکھتا ہے۔ قرب الٰہی کی نشانی بھی ایثار ہوتا ہے۔ صحابہ کبار علیہم الرضوان مجسم ایثار اور قربانی تھے اور یہ ان کے اخلاق کا ایک نہایت اعلیٰ وصف شمار ہوتا تھا۔ اس میں کوئی صحابی مستثنیٰ نہ تھا۔ ایک دفعہ محبوب کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی عطیہ دیا مگر انہوں نے یہ کہتے ہوئے لوٹا دیا کہ اللہ کے سچے نبی ﷺ اور رسول ﷺ آپ کا عطیہ مجھے منظور ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے ایسے صحابی موجود ہیں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہیں اور اس بدلے کے مستحق ہیں۔

ایثار کی دنیا میں ایک واقعہ خاص طور پر اہمیت رکھتا ہے اور اس کی مثال دنیا کا کوئی مذہب اور دنیا کی کوئی قوم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جب محبوب دو جہاں ﷺ کے ارشاد پر مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آئے تو وہ سب مفلوک الحال تھے۔ ان کا کوئی سہارا نہ تھا۔ نہ کھانے پینے کا انتظام نہ پہننے کے لئے لباس اور نہ سر چھپانے کو کوئی مکان تھا۔ مگر محبوب دو جہاں ﷺ نے جب مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارے کا رشتہ قائم کیا تو ہر انصار نے اپنا مال و منال مہاجر بھائی کے سامنے رکھ دیا۔

ایک صحابی نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اپنے مال و اسباب میں سے نصف نصف دینے کا فیصلہ کیا۔ ان کی دو بیویاں تھیں۔ انہوں نے کہا آپ جسے پسند کریں میں اسے طلاق دے دوں گا تا کہ آپ اس سے نکاح کر سکیں۔ مگر حضرت

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ سب تمہیں مبارک ہو۔ مجھے بازار کا راستہ بتا دو میں تجارت سے اپنی روٹی کماؤں گا۔

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جس ایثار کا ثبوت دیا۔ تاریخ اس کا نمونہ بھی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ نے دیکھا کہ بہت سے غلام اور لونڈیاں جو اپنے مشرک آقاؤں کے قبضے میں ہیں۔ اسلام قبول کرنے کے باعث ان کے مظالم کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھوں سے سخت اذیتیں اٹھا رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہایت رقیق القلب انسان تھے۔ ان کا دل بھر آیا اور انہوں نے تہیہ کیا کہ خواہ کچھ ہو میں انہیں آزاد کرا کے چھوڑوں گا۔

آپ رضی اللہ عنہ مالدار تھے۔ مال و دولت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے انہوں نے حضرت بلال، عامر، نذیرہ، بندیہ، جاریہ علیہم الرضوان وغیرہ کو ان کے مالکوں سے منہ مانگے دام دے کر خریدا اور آزاد کر دیا۔ یہاں ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ آپ نے جو کچھ کیا کسی لالچ کے بغیر کیا۔ ظاہری طور پر انہیں کوئی کسی قسم کے منافع کی امید نہ تھی اور نہ ہی یہ لوگ ان سے کوئی خونی رشتہ رکھتے تھے اور نہ ہی وہ ان کے قرابت دار تھے۔ ان حالات میں اس قدر مالی قربانی کرنا بہت بڑا ایثار ہے۔ جو فقط مسلمان ہی کر سکتا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک فاقہ زدہ صحابی محبوب دوجہاں ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے آپ کے گھر میں اس وقت پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا آج کی شب اس مہمان کی کون خدمت کرے گا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میں اس کی خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ بخدا اس وقت میرے گھر میں بھی کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے مگر میں اس سعادت سے محروم رہنا نہیں چاہتا۔ چنانچہ آپ اس مہمان کو لے کر گھر پہنچے۔ بیوی سے پوچھا کھانے کو کچھ ہے۔ اس نے جواب دیا صرف بچوں کا کھانا ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا بچوں کو کسی طرح سے بہلاؤ اور جب میں مہمان کو گھر میں لاؤں تو تم چراغ بجھا دینا۔ میں اس پر یہ ظاہر کروں گا کہ میں اس کے ساتھ کھانے پر شریک ہوں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ صبح کے وقت جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ محبوب کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ رات تمہارے حسنِ سلوک سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے محبوب دوجہاں ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہونے کے لئے جگہ رکھی ہوئی تھی۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے اور انہیں زندگی کی طرف سے مایوسی ہو گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اب میری ایک بہت بڑی خواہش ہے کہ میں محبوب دوجہاں ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا جاؤں۔ یہ سن کر عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں درخواست لے کر حاضر ہوئے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی یہ خواہش ہے کہ اسے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دی جائے۔ وہ اس وقت زاروقطار رو رہی تھیں۔ جب حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی گزارش کو دہرایا تو آپ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے بہت بڑے ایثار کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ لیکن میں ان کے لئے یہ ایثار ضرور کروں گی کیونکہ یہ جگہ میں نے اپنے دفن ہونے کے لئے رکھی تھی۔ اب وہاں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دفن ہوں گے۔ آج میں انہیں اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں یہ مژدہ سنایا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے ان کی خدمت میں یہ تو نہیں عرض کیا کہ امیر المومنین ایسا چاہتا ہے۔ کیونکہ اب میری امارت ختم ہو چکی ہے۔ نیز جب میرا جنازہ تیار ہو جائے، نماز جنازہ ہو چکے تو میرا جنازہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کے حجرے کے باہر رکھ کر ان سے دوبارہ یہ اجازت طلب کی جائے کہ عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہے۔ کیا اسے آپ یہاں دفن ہونے کی اجازت دیتی ہیں؟ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے میرے لحاظ سے مجھے اجازت دی ہو اور ویسے وہ یہ ایثار کرنا نہ چاہتی ہوں۔ اگر وہ اجازت دیں تو مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کے پہلو میں دفن کر دینا ورنہ مسلمانوں کے عام قبرستان (جنت البقیع)

میں دفن کر دینا۔

یہ ہے وہ کردار جو مسلم کا شیوہ تھا اور جس سے وہ سر مو تجاوز کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ یہ اسی کردار کا اثر تھا کہ وہ جدھر گئے دنیا نے ان کا خیر مقدم کیا۔ فتح و نصرت نے ان کے قدم چومے اور اسلام پھیلتا چلا گیا۔ جب مسلمان اس راستے سے ہٹ گئے تو اعدائے اسلام نے سر اٹھایا۔ مسلمانوں کو پریشان کیا۔ رتبیل والیٔ ماژندران نے کئی سال تک بارگاہ خلافت میں خراج نہ بھیجا۔ آخر عبدالملک بن مروان نے اس کے پاس سفارت بھیجی اور خراج کا مطالبہ کیا۔ سفیر بڑے لمبے لمبے جوان تھے۔ ان کا رعب و داعب ایسا تھا کہ لوگ ان سے تھراتے تھے۔ جب انہوں نے رتبیل کے سامنے اصل معاملہ رکھا تو اس نے پوچھا کہ وہ لوگ کہاں گئے جن کے چہروں پر یبوست تھی۔ گال پچکے ہوئے تھے۔ ماتھے پر سجدے کے نشان ہوتے تھے۔ ان کے کپڑوں میں پیوند' پاؤں میں کھجور کے چپل اور جنگی ہتھیار نہ ہونے کے برابر تھے۔ سفارت نے جواب دیا۔ وہ تو فوت ہو گئے۔ تو رتبیل نے جواب دیا۔ وہ خراج بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ اب تم جب تک ان کے اخلاق و عادات پیدا نہ کرو گے تمہیں کوئی خراج نہ دے گا۔ کیونکہ چمکتے ہوئے اوزار' قد آور نوجوان اور تنومند سپاہی اخلاق کی قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اخلاق کی کاٹ تلوار کی کاٹ سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ ایثار کے ساتھ ساتھ ہر مسلمان میں اخلاق محبوب ﷺ کا پرتو نظر آتا تھا۔ جس سے دنیا متاثر ہوتی اور خود بخود مسلمان ہوتی جاتی۔

ایثار کے ضمن میں ہمیں ایک اور عجیب واقعہ تاریخ اسلام میں ملتا ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل' حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن ہشام' حضرت سہیل رضی اللہ عنہ بن عمرو یرموک کی جنگ میں زخمی ہوئے اور زمین پر گر پڑے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کو سخت پیاس نے ستایا۔ انہوں نے پانی مانگا۔ جب پانی آیا تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ بولے کہ پانی پہلے انہیں پلاؤ جب پانی سہیل رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت حارث رضی اللہ عنہ پانی کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حارث مجھ سے زیادہ پانی کا حقدار ہیں۔ پانی ان کے پاس لے جاؤ۔ بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کے منہ میں پانی کا ایک قطرہ تک نہ ٹپکا اور سب پیاسے ہی چل بسے۔ ایسا واقعہ اگر دنیا کی کسی اور قوم کو پیش آتا تو وہ اسے زریں کارنامہ قرار دے کر اس پر کتابیں لکھتی مگر تاریخ اسلام میں یہ معمولی واقعہ تصور کیا جاتا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بیٹے بے حد فیاض تھے اور وہ اس قدر بہادر بھی تھے کہ ہر غزوہ کے موقع پر انصار کا علم ان کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ وہ اس عزت کے ساتھ فیاضی اور ایثار کی وجہ سے اور زیادہ عزت اور احترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ ایک غزوہ کا واقعہ ہے کہ وہ قرض لے کر اہل فوج کو کھانا کھلاتے رہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی اس فوج میں موجود تھے۔ ان دونوں بزرگوں نے باہم مشورہ کیا کہ اگر قیس کو اس حال میں چھوڑ دیا گیا تو وہ اپنے باپ کا تمام سرمایہ برباد کر دے گا۔ ان پر کوئی پابندی عائد کرنی چاہئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو جب یہ علم ہوا تو وہ جان کائنات ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ مجھ کو اس خطاب سے کون بچائے گا کہ لوگ میرے بیٹے کو بخیل کہہ کر پکاریں۔ ان کی فیاضی اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ ان کے پاس ایک بڑا پیالہ ہوتا اور وہ جہاں جاتے ان کے ساتھ ایک آدمی پیالے میں گوشت اور مالیدہ ڈال کر اٹھائے رہتا اور پکارتا آؤ گوشت اور مالیدہ کھاؤ۔ ایک بار ایک بڑھیا نے ان سے کہا کہ میرے گھر میں تو چوہے بھی نہیں رہتے۔ گویا میں بڑی غریب ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بولے خوب کنایہ ہے۔ اس کا گھر روٹی' گوشت گھی اور کھجور سے بھر دو۔

ایمان بالرسالت محبوب دو جہاں ﷺ کی نبوت کا یقین صحابہ کے لوح دل پر پتھر پر لکیر کی طرح تھا۔ وہ کسی حالت میں اسے مٹنے نہیں دیتے تھے بلکہ لحہ بہ لحہ اس یقین میں اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ حدیبیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ جب کفار اور جان کائنات ﷺ کے درمیان معاہدہ ہوا اور وہ اسے معرض تحریر میں لانے لگے تو کفار مکہ نے لفظ رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کیا۔ کہا کہ اگر آپ کو رسول اللہ ﷺ مان لیتے تو جھگڑا کس بات کا تھا۔ اس لئے ان لفظوں کو مٹا دیا جائے۔ آپ نے ان کی یہ شرط مان لی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو یہ معاہدہ لکھ رہے تھے کہ حکم دیا کہ وہ ان لفظوں کو مٹا دیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محبوب

دو جہاں ﷺ کی نافرمانی کا تصور بھی اپنے دماغوں میں نہیں لا سکتے تھے۔ چہ جائیکہ آپ ایک بات کا حکم دیں اور وہ اسے انجام پر پہنچائیں۔ تاہم اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صاف صاف کہا میں تو ایسا کرنے کی جرات نہیں کروں گا۔ بالآخر آپ ﷺ نے خود اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کے لفظ کو مٹایا۔

☆ جب راحت دو جہاں ﷺ کو معراج ہوا تو آپ نے کفار مکہ میں اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے اس کا تمسخر اڑایا۔ ابو جہل جب واپس جا رہا تھا تو راستے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسے مل گئے۔ ابو جہل نے کہا سنتے ہو تمہارا دوست کیا کہتا ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا کہتا ہے۔ ابو جہل نے کہا وہ کہتا ہے کہ میں رات رات میں بیت المقدس سے ہو کر آیا ہوں۔ یہ سنتے ہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم تو بیت المقدس کا کہتے ہو خدا کی قسم میں تو اس بات کو بھی ماننے کے لئے تیار ہوں اگر وہ فرمائیں کہ میں لامکاں سے ہو کر آیا ہوں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس کی ضرور تائید کرے گا۔ یہ وہ پختہ یقین تھا جو صحابہ کے دلوں میں محبوب دو جہاں ﷺ کے بارے میں نقش فی الحجر ہو چکا تھا۔

اسی طرح صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو غیب پر اس شدت کا یقین تھا کہ یہ چیز انہیں اعلانیہ نظر آتی تھی۔ ایک بار محبوب کریم ﷺ نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں خدا پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ عرض کیا دنیا سے دل بھر گیا ہے۔ رات کو جاگتا ہوں۔ دن کو بھوکا پیاسا رہتا ہوں۔ گویا مجھے عرش معلّٰی صاف صاف نظر آتا ہے۔ اہل جنت کو باہم ملتے جلتے دیکھتا ہوں۔ اہل دوزخ مجھے چیختے چلاتے نظر آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے جان لیا کہ ایمان کیا ہے۔ اب اس پر قائم رہنا۔ محبوب کریم ﷺ کے فیض محبت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان اتنا پختہ ہو گیا تھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ جب ہم محبوب دو جہاں ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو گویا ہمارے سامنے ان کی تصویر کھنچ جاتی ہے۔

محبوب دو جہاں ﷺ کی محبت اور صحابہ کے میل ملاپ سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو چکی تھی کہ مومن اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ بدر کے موقع پر صحابہ منادی کر رہے تھے۔ اٹھو جنت لو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ ایک انصاری حضرت عمر بن الحمام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آسمانوں اور زمین کے برابر؟ ارشاد ہوا ہاں زمین اور آسمان کے برابر۔ وہ بولے واہ واہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم واہ واہ کیوں کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ صرف اس امید پر کہ شاید میں بھی اس میں داخل ہوسکوں۔ آپ ﷺ کی طرف سے ارشاد ہوا تم ضرور داخل ہو گے۔ اس سوال و جواب کے بعد انہوں نے جھولی کھجوریں نکالیں اور کھانے لگے۔ پھر جوش شہادت نے ان کے دل میں حرکت پیدا کی۔ پھر یہ کہا کہ اتنا وقفہ بھی جس میں کھجوریں کھا سکوں میرے لئے بہت زیادہ ہے۔ یہ کہہ کر کھجوروں کو پھینک دیا میدان میں گئے اور شہید ہو کر سرخرو ہوئے۔

☆ غزوہ احد کے موقع پر ایک تازہ دم مسلمان تھا۔ وہ بڑی بے پرواہی سے کھجوریں کھا رہا تھا۔ محبوب دو جہاں ﷺ اس کے پاس سے گزرے۔ اس نے سوال کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ اگر میں اس حالت میں مارا جاؤں تو میرا انجام کیا ہوگا؟ فرمایا تم سیدھے جنت میں جاؤ گے تو اس نے کھجوریں پھینک دیں اور کہا کہ انتظار کی زحمت کیوں برداشت کی جائے۔ یہ کہا اور کفار کے گروہ میں گھس کر جنگ کرنے لگے اور شہید ہو گئے۔ صحابہ ان کی قسمت پر رشک کرتے تھے کہ ایک شخص مسلمان ہوا۔ اس نے ایک نماز اور ایک روزہ نہ رکھا اور شہادت کی دولت سے مالا مال ہو گیا۔ حضرت انس رضی اللہ کے عزوہ احد میں شہید ہوئے۔ ان کی ہمشیرہ کا بیان ہے کہ تیر' نیزے اور تلوار کے اسی زخم ان کے جسم پر تھے۔

ایک بار ایک صحابی نے ایک معرکہ جنگ میں یہ حدیث بیان کی کہ جنت کے دروازے تلوار کی دھار کے سائے میں ہوتے ہیں۔ ایک صحابی اٹھے اور ان سے دریافت کیا کہ کیا تم نے اسے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سنا ہے۔ وہ بولے ہاں۔ وہ وہاں سے اٹھے' اپنے رفقاء سے ملے۔ انہیں الوداع کیا۔ تلوار کی میان توڑ کر پھینک دی' دشمن کی صفوں میں گھس کر لڑنے لگے اور شہید ہو گئے۔

جہاد میں خلوص اور ایثار کا اظہار اور زیادہ شدت سے ہوتا تھا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن اقیش غزوہ احد تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ جب یہ غزوہ پیش آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا۔ وہ گھر آئے اور دریافت کیا کہ میرے چچازاد بھائی کہاں ہیں تو انہیں جواب ملا کہ وہ احد گئے ہیں۔ انہوں نے زرہ پہنی' گھوڑے پر سوار ہوئے اور احد کا رستہ لیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب انہیں دیکھا تو کہا کہ ہم سے الگ رہو تم کافر ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں ایمان لا چکا ہوں۔ یہ کہا اور کفار پر حملہ کیا۔ زخمی ہو کر واپس گھر آئے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کی بہن سے پچھوایا کہ جہاد کی شرکت قومی حمیت کے لئے تھی یا خدا کی راہ میں دین کی حمایت کے لئے۔ اس نے تلوار اٹھائی اور جواب دیا کہ صرف خدا اور خدا کے محبوب ﷺ کے لئے۔ محبوب دو جہاں ﷺ کے صحابہ علیہم الرضوان کی زندگی اور عمل کا محور قرآن پاک ہوتا تھا۔ وہ محبت رسول کو جزوایمان سمجھتے تھے۔ اس معاملہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب حج سے واپس آئے تو سب سے پہلے مسجد کے دروازے پر پہنچتے' اونٹنی کو بٹھا کر دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر گھر کے اندر داخل ہوتے۔ یہ ان کا عمل عمر بھر جاری رہا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے محبوب کریم ﷺ کو اسی طرح دیکھا ہے۔ سفر میں کچھ لوگ نفل پڑھ رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ محبوب دو جہاں ﷺ نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ اگر ہم نے نفل پڑھنے ہوتے تو پوری نماز کیوں نہ ادا کرتے۔ میں نے محبوب کریم ﷺ' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر کیا۔ انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک اور واقعہ حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے کہ جب وہ ایک مقام پر پہنچتے تو وہاں ضرور پھسلتے تھے۔ جب وجہ دریافت کی گئی تو کہا کہ رسول کریم ﷺ یہاں ایک مرتبہ پھسل گئے تھے۔ اسی طرح ایک اور صحابی کے متعلق مشہور ہے کہ ان کے والد فوت ہو گئے۔ جب لوگ تعزیت کے لئے آتے تو وہ ہر ایک سے مسکرا کر بات کرتے۔ ایک صحابی نے کہا مسکرانے کا یہ کونسا موقع ہے؟ اس صحابی نے جواب دیا۔ میں نے ہادی عالم ﷺ کو اس طرح بات کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایک اور صحابی کے متعلق ذکر ہے کہ جب وہ بیعت کے لئے جان کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ کی قمیض کا تکمہ کھلا ہوا ہے۔ آپ ﷺ کی تقلید میں اس نے عمر بھر قمیض کا تکمہ کھلا رکھا۔ اس میں گرمی اور سردی کی پرواہ نہ کی۔ تابعین اور تبع تابعین اس تقلید سنت کو اصل ایمان تصور کرتے تھے۔ چنانچہ خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور تقریباً ایک برس ان کی خدمت میں رہا۔ جب رخصت ہونے لگا تو خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا کہ تم کس مقصد کے لئے آئے تھے۔ تم نے کبھی ذکر نہیں کیا۔ اس نے کہا میں تو آپ کی بیعت کے لئے آیا تھا مگر آپ سے کوئی کرامت نہ دیکھی۔ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس مدت میں کوئی بات مجھ سے خلاف سنت بھی دیکھی۔ اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ دنیا میں اعلان کر دو کہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ جادۂ سنت سے سر مو تجاوز نہیں کرتا۔

☆ ہندوستان کے سب سے بڑے صوفی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو کہا کرتے تھے کہ اگر کسی کو آسمان پر اڑتے ہوئے دیکھو اور وہ سنت کا عامل نہ ہو تو وہ دجال ہے کیونکہ سنت کی تقلید عین ایمان ہے۔

بہر نوع صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی کا نقطہ ماسکہ سنت ہے۔ اس میں بزرگان دین اور صحابہ کرام بڑے غلو سے کام لیتے تھے۔ آخر میں ایک بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن پاک کی تلاوت سے خوش ہوتے تھے اور قرآن پاک خوش الحانی سے پڑھتے ہوئے انہیں سرور حاصل ہوتا تھا۔ وہ عود و بربط اور چنگ و رباب کی آواز پر کان نہ دھرتے تھے۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے کان میں طبل کی آواز پڑی اور انہوں نے اپنے کان میں انگلیاں ٹھونس لیں اور فرمایا کہ ایسے موقع پر محبوب دو جہاں ﷺ ایسا ہی کرتے تھے۔ یہ ہیں وہ مرد مومن کے کچھ خصائص ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں اگر انہیں بیان کیا جائے تو ایک بہت بڑی کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ نیز میں نے اپنے آپ کو صدر اول کے واقعات تک محدود کیا ہے۔ صرف انہی کے واقعات سے مرد مومن کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔

یوں عشق محبوب ﷺ مرا دم ساز ہوا ہے　　لگتا ہے کہ اب عمر کا آغاز ہوا ہے

عاشقوں صادقوں کے لئے

چیف آرگنائزر بزم عشاق حضرت علامہ مولانا حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی کی جانب سے

عظیم تحائف

اسمائے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم	در محبوب صلی اللہ علیہ وسلم	عکس حسن محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
ادائے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم	حیات محبوب صلی اللہ علیہ وسلم	کمالات محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
آداب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم	سیرت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم	کلام محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
فرمان محبوب صلی اللہ علیہ وسلم	اخلاق محبوب صلی اللہ علیہ وسلم	معجزات محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم	بزم محبوب صلی اللہ علیہ وسلم	یاد محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
پیغام محبوب صلی اللہ علیہ وسلم	گیسوئے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم	محب اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
حقیقت عشق	عشق اور اہل عشق	حقیت انساں
ذوق زماں	خیال زماں	عقل اور عشق